Digitized By Khilafat Library Rabwah

روزنامہ **الفضل** ربوہ

فون: ۴۴۹

(ایڈیٹر): نسیم سیفی

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

جلد ۷۴-۳۹ | منگل ۱۴ رجب ۱۴۰۹ھ ۞ ۲۱ تبلیغ ۱۳۶۸ ہش ۞ ۲۱ فروری ۱۹۸۹ء | نمبر ۴۴

بندہ ۔ اور اللہ

یاد رہے کہ بندہ تو حسنِ معاملہ دکھلا کر اپنے صدق سے بھری ہوئی محبت ظاہر کرتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ اس کے مقابل پر حد ہی کر دیتا ہے اس کی تیز رفتار کے مقابل پر برق کی طرح اس کی طرف دوڑتا چلا آتا ہے۔ اور زمین اور آسمان سے اس کے لئے نشان ظاہر کرتا ہے ـــــــــ حضرت اقدس

ارشاداتِ عالیہ سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

" یاد رکھو حقائق اور معارف کا تعلّق علوم سے ہے جس قدر معرفت وسیع ہوگی حقائق کھلتے جائیں گے پس تحقیقات کرتے وقت دل کو بالکل پاک اور صاف کر کے کرے۔ جس قدر دل تعصّب اور خود غرضی سے پاک ہوگا اسی قدر جلد اصل مطلب سمجھ میں آجائے گا۔ نور اور ظلمت میں جو فرق ہے اسے ایک جاہل سے جاہل انسان بھی جانتا ہے۔ سچّی اور صحیح بات ایک ہی ہوتی ہے پس دو لفظوں میں میری ساری تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ سیدھا خط دو نقطوں میں ایک ہی ہوتا ہے۔ یہ امور ہیں جو قابلِ غور ہیں "

" صبر و استقلال سے (کام لیں)۔ خدا کے فضل سے کچھ بعید نہیں ہے کہ آپ کو اس راہ کا پتہ چلے جو کروڑہا مقدس انسانوں کا تجربہ شدہ ہے اور اب بھی جس کے تجربہ کار موجود ہیں "

(ملفوظات جلد دوم صہ ۲۴۲)

" بے خوف ہو کر مت رہو۔ استغفار اور دعاؤں میں لگ جاؤ اور ایک پاک تبدیلی پیدا کرو۔ اب غفلت کا وقت نہیں رہا۔ انسان کو نفس جھوٹی تسلّی دیتا ہے کہ تیری عمر لمبی ہوگی۔ موت کو قریب سمجھو۔ خدا کا وجود برحق ہے۔ جو ظلم کی راہ سے خدا کے حقوق دوسروں کو دیتا ہے۔ وہ ذلّت کی موت دیکھے گا۔"

(ملفوظات جلد دوم صہ ۲۶۵)

رُوح اور جان کا فرق

ایک صاحب کا سوال اور حضور ایدہ اللہ کا جواب

گزشتہ دنوں قادیان سے ایک طالبعلم نے اپنے ایک غیر احمدی دوست کا سوال حضورِ انور کی خدمت اقدس میں بغرض جواب ارسال کیا۔ حضورِ انور نے اس سوال کا جو جواب انہیں بھجوایا وہ افادۂ عام کے لیے پیش ہے۔

سوال: جب کسی شخص کی وفات ہو جاتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اسکی روح نکل گئی تو کیا رُوح اور جان ایک ہی چیز ہے یا دو الگ الگ چیزیں ہیں۔

جواب: " اس سوال کا جواب قرآن کریم میں بڑی وضاحت سے موجود ہے۔ (اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ہم نے ہر جان دار کو پانی سے پیدا کیا ہے: الانبیاء: ۳۱ - ناقل) اس سے پتہ چلتا ہے کہ کیڑے مکوڑے، ہر ایک میں زندگی ہے لیکن ان کے متعلق رُوح کا کبھی ذکر نہیں ملتا کیونکہ رُوح خدا تعالیٰ کے خاص اذن سے ملتی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:

(i) اور اس میں اپنی رُوح پھونک دوں۔ الحجر: ۳۰ (ii) اور وہ تجھ سے رُوح کے متعلق سوال کرتے ہیں تو (انہیں) کہہ (کہ) رُوح میرے رب کے حکم سے (پیدا ہوئی) ہے۔ بنی اسرائیل: ۸۶ ناقل) اور یہ رُوح صرف انسان کو عطا ہوئی ہے۔ کیونکہ اس کو خاص امر ملنا تھا اور اسکو شریعت کیلئے تیار کیا جانا تھا۔ کیڑے مکوڑوں میں جو شعور ہے، وہ دراصل رُوح کی طرف تیاری ہے۔ جب شعور اتنا بلند ہو جائے کہ اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے امر کا شعلہ نازل ہو تو اسکے نتیجہ میں باقی رہنے والی رُوح بھی پیدا ہو جاتی ہے۔"

معروف پنجابی شاعر مکرم ماسٹر محمد انور چوہان صاحب بیمار ہیں احباب سے درخواست ہے کہ ان کی صحت یابی کے لئے خصوصی دعائیں کریں۔

٭ - مکرم علی سرور صاحب ایڈو آف انور آباد ضلع لاڑکانہ کا کراچی میں اپریشن ہوا ہے۔ انہوں نے احباب جماعت سے اپنی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے دعا کی درخواست کی ہے

٭ - مکرم چوہدری عبد المجید صاحب آف کراچی کی اہلیہ صاحبہ امریکہ میں ایک عرصہ سے زیر علاج ہیں۔ ان کے تمام عزیزان ان کی بیماری کی وجہ سے پریشان ہیں۔ احباب سے موصوفہ کی صحت کاملہ کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

سید احمد علی - ربوہ

خاکسار کی والدہ حمیدہ حفیظ صاحبہ اہلیہ حکیم حفیظ الرحمٰن سنوری گذشتہ کافی عرصہ سے علیل چلی آرہی ہیں۔ صحت دن بدن گرتی جا رہی ہے۔ آج کل زیادہ گھبراہٹ اور بے چینی کی تکلیف ہے۔

دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے کامل شفا عطا کرے۔ صحت والی عمر عطا کرے۔

اس طرح خاکسار کے بہنوئی چوہدری محمد منیر صاحب کوٹ عبدالمالک میں کافی دیر سے بیمار چلے آرہے ہیں ان کی صحت یابی کے لئے بھی دعا کی درخواست ہے۔

(ولی الرحمٰن سنوری حدیقۃ المبشرین)

٭ برادرم مکرم منصور احمد صاحب مبشر کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مورخہ ۱۱/۱۱/۸۸ کو بیٹی سے نوازا ہے۔ نومولودہ مکرم چوہدری مظفر الدین صاحب بنگالی کی پوتی اور مکرم سید عبدالشکور صاحب ظفر ہاشمی کی نواسی ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت نومولودہ کا نام "عائشہ احمد" رکھا ہے۔ والدین کی خواہش پر حضور انور نے ازراہ شفقت نومولودہ کا وقف "وقفِ نو" کے تحت قبول فرمایا ہے۔

احباب جماعت سے بچی کے نیک اور خادمہ دین ہونے، صحت و سلامتی اور درازی عمر کے لئے دعا کی درخواست ہے

ملک منصور احمد عمر

باقی صہ ۸ پر

Digitized By Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ

پبلشر مسعود احمد، پرنٹر: قاضی منیر احمد مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت: دار النصر غربی ربوہ۔ قیمت: ایک روپیہ ۵۰ پیسے

۲۱ر تبلیغ ۱۳۶۸ ہش ۲۱ر فروری ۱۹۸۹ء

رسوائے زمانہ مصنف اور اسکی کتاب

بدنام زمانہ سلمان رشدی اور اس کی حال ہی میں شائع ہونے والی کتاب شیطانی آیات (یا شیطانی اشعار) کے متعلق کبھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بہت کچھ کہا اور لکھا جا چکا ہے۔ حقیقت میں ان دونوں کی مذمت کبھی بھی کافی طور پر نہیں کی جا سکتی۔ جتنی بھی کی جائے کم ہے۔ محسن انسانیت ؐ اور حضور ؑ کے علاوہ دیگر انبیاء پر بھی گند اچھالنا کسی طرح بھی برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ کسی ایک مذہب کے پیروکار ہی نہیں سب مذاہب کے پیروکار اپنے ہوش و حواس میں ان دونوں کی مذمت ہی کر سکتے ہیں۔ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ تو فرماتے ہیں کہ "جو لوگ ناحق خدا سے بے خوف ہو کر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بُرے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور آنجناب ؐ پر ناپاک تہمتیں لگاتے ہیں اور بد زبانی سے باز نہیں آتے ان سے ہم کیونکر صلح کریں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبی پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے ناپاک حملے کرتے ہیں" (پیغام صلح)

نیز حضور اقدس فرماتے ہیں:۔

"اے عزیزو! قدیم تجربہ اور بار بار کی آزمائش نے اس امر کو ثابت کر دیا ہے کہ مختلف قوموں کے نبیوں اور رسولوں کو توہین سے یاد کرنا اور ان کو گالیاں دینا ایک ایسی زہر ہے کہ نہ صرف انجام کار جسم کو ہلاک کرتی ہے بلکہ روح کو بھی ہلاک کر کے دین اور دنیا دونوں کو تباہ کرتی ہے" (پیغام صلح)

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ نے بھی لندن میں ایک بیان کے ذریعے سلمان رشدی اور اس کی کتاب کی بھرپور مذمت کی ہے۔

ہم یو این او سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ جس طرح انسانی بنیادی حقوق اس کے چارٹر میں شامل ہیں اسی طرح وہ بلا تاخیر اس بات کو بھی شامل کرے کہ جس ملک میں کوئی فرد کسی مذہبی پیشوا کے خلاف بدزبانی کرے تو وہ ملک فوری طور پر کارروائی کر کے اس کا سدباب کرے اور انٹرنیشنل ایمنسٹی والے جہاں اس بات پر احتجاج کرتے ہیں کہ فلاں جگہ بنیادی حقوق پامال کئے جا رہے ہیں اپنی رپورٹوں میں اس بات کو بھی شامل کرے کہ کہاں اور کون پیشوایان مذاہب کے خلاف دریدہ دہنی کرتا ہے۔ اور کما حقہٗ اس کا قلع قمع کروانے کی کوشش کریں۔

ان سے تو ملاقات کی خواہش بھی دعا ہے
اور اس کی جو تاثیر ہے دوری کا صلہ ہے

کرتا ہوں جو ناسازیٔ حالات کی باتیں
کہتے ہیں یہی مرحلۂ صبر و رضا ہے

مَیں تو ہمہ تن گوش ہوں آواز کی خاطر
ہر لہر جو اٹھتی ہے وہی انکی صدا ہے

سنتا ہوں کہ مَیں اُن کی دعاؤں میں ہوں شامل
اللہ کے سائے کی مرے سر پہ ردا ہے

ہر سانس مری ان کی اطاعت میں ہے مصروف
جینا یہی جینا ہے کہ دل اُن پہ فدا ہے

ہمَیں ان کی ہر اک بات کو لے جاؤں ہر اک سمت
ہر لفظ میں مہر و مہ و انجم کی ضیا ہے

ہر آنکھ کو دیتے ہیں وہ سوغات نمی کی
تحفہ ہے جو ہر دل کیلئے صدق و صفا ہے

ہے مجلسِ عرفان میں دریا کی روانی
گہرائیٔ افکار سمندر کی ادا ہے

خود بھی تو وہ لیتے ہیں دعاؤں کا سہارا
جو کچھ بھی وہ کہتے ہیں وہ تلقینِ دعا ہے

غیروں پہ بھی ہے نگہِ کرم وجہ تلطف
بچ جائے ہر اک شخص یہی درس دیا ہے

کھول آنکھ نسیمؔ اپنے تصور کی فضا میں
وہ دیکھ ترے سامنے اب کون کھڑا ہے

نسیم سیفی

"دنیا کی محبت ساری خطاکاریوں کی جڑ ہے"

Digitized By Khilafat Library Rabwah

مہاراجہ نابھہ کی فراست

تاریخ احمدیت کا ایک خوبصورت باب

مکرم عبدالرحمن شاکر صاحب - ربوہ

شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں ہی مغلیہ حکومت میں زوال سلطنت کے آثار نمایاں ہو چکے تھے۔ رفتہ رفتہ سکھ قوم نے اپنا تسلط قائم کرنا شروع کیا اور ان پر سکھوں کو مسلط کر دیا۔ جلد ہی یہ قوم ایک طاقت بنکر اُبھرنے لگی حتیٰ کہ رنجیت سنگھ (۱۷۸۰-۱۸۳۹) نے پنجاب میں ایک باقاعدہ حکومت بنالی۔ جب ۲۷ جون ۱۸۳۹ء کو وہ فوت ہو گیا تو اُس کے جانشینوں کی آپس میں ہی خوب جوت پیزار ہوئی تا آنکہ انگریزوں نے لاہور پر قبضہ کرکے سکھوں کے زور کو توڑا۔ اُس وقت یہ لوگ بارہ مِثلوں میں بٹ گئے۔ اس زمانہ کو سکھا شاہی کہتے ہیں۔

انگریزوں کی آمد سے کچھ سکون ہوا اور چار ریاستیں بن گئیں یعنی پٹیالہ نابھہ کپورتھلہ اور جیند اور ۱۹۴۷ء کی ملکی تقسیم کے بعد وہ بھی ختم ہو گئیں۔

۱۸۷۱ء میں نابھہ کے راجہ صاحب کا نام ہیرا سنگھ تھا۔ یہ بہت شریف طبع اور نیک سیرت تھے گو خود سکھ تھے مگر دوسرے مذاہب کے لوگوں یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں کی قدر کرتے تھے۔

ایک دفعہ دربار کے موقعہ پر جبکہ تینوں فرقوں کے نمبردار حاضر تھے۔ میاں کریم بخش صاحب نمبردار موضع رائے پور کو بلوایا اور فرمایا کہ میاں کریم بخش یہ جو اس وقت تینوں فرقوں کے تقریباً بارہ سو لوگ جمع ہیں ان میں سے مجھے تمہارے اخلاق کیوں پسند ہیں؟ انہوں نے عرض کیا مجھے تو اپنے اندر ایسی کوئی خوبی نظر نہیں آتی۔ تاہم یہ ضرور ہے کہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا مرید ہوں اور وہ چونکہ اس زمانہ کے اوتار یا گرو ہیں ان کی صحبت میں رہ کر میں یہ فیض حاصل کرتا ہوں

مہاراجہ صاحب نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا کہ تھوڑی دیر ٹھہرو میں ابھی آیا اور میاں کریم بخش صاحب کو ہمراہ لیکر محل کے اندر چلے گئے۔ فرمایا "یہ جو تصویریں اس کمرہ میں لگی ہوئی ہیں ان کی طرف دیکھو وہ ساری تصویریں گوروؤں کی تھیں۔ جس طرح اور گوروؤں کی تصاویر سنہری چوکٹھوں میں لگی ہوئی تھیں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی قد آدم تصویر بھی سنہری چوکٹھے میں لگی ہوئی تھی اور فرمایا دیکھو میاں کریم بخش یہ تصویر پہلے سے ہمارے پاس موجود ہے۔" پھر مسند پر بیٹھ گئے اور چوبدار کو باہر بھجوا دیا اور فرمایا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو میری طرف سے درخواست کرو اور حضور کو ہمراہ لیکر یہاں آؤ۔ ان کے آمد و رفت کے تمام اخراجات میں برداشت کرونگا۔ میں ضعیف العمر ہوں وہاں نہیں جا سکتا۔ میاں کریم بخش صاحب قادیان گئے اور مہاراجہ صاحب کی طرف سے درخواست بھی کر دی۔ حضرت اقدس نے فرمایا:

"اُن سے جا کر عرض کر دیں
کہ کنواں پیاسے کے پاس نہیں
جایا کرتا بلکہ پیاسا خود کنوئیں
کے پاس جاتا ہے۔"

چوہدری کریم بخش صاحب نے راجہ صاحب کی خدمت میں حضرت صاحب کا جواب عرض کر دیا تو راجہ صاحب نے کہا کہ: "اگر ہم وہاں جائیں تو یہ انگریز ہم کو فوراً گدی سے اُتار دینگے"۔

مہاراجہ ہیرا سنگھ نے ۲۵ دسمبر ۱۹۱۱ء کو وفات پائی اور ان کے جانشین اُن کے بیٹے مہاراجہ رپ دمن سنگھ گدی نشین ہوئے۔ یہ صاحب انگریزوں سے سخت متنفر تھے۔ ان کا کچھ بس نہ چلتا تھا ورنہ وہ آزاد ہونا پسند کرتے تھے۔

اپنے والد کی حیات میں ٹکا صاحب رپ دمن سنگھ نے ایک دفعہ ایک لڑکے کو دوّنی (دو آنے) انعام دیا اور یہ بات مہاراجہ ہیرا سنگھ تک پہنچ گئی تو اُن کو بہت تکلیف ہوئی اور اُن کے منہ سے بے اختیار یہ الفاظ نکل گئے۔

"یہ ٹکہ صاحب اگر نابھہ کی
گدی پر بیٹھے تو اپنی کنجوسی
کے باعث گدی پر نہ رہ
سکیں گے۔"

اب دیکھئے کہ مہاراجہ ہیرا سنگھ کے الفاظ کس طرح پورے ہوئے۔

مہاراجہ رپ دمن سنگھ نے گدی پر بیٹھتے ہی اپنے گرد کچھ ایسے لوگ جمع کر لئے جو انگریز ریذیڈنٹ کو پسند نہ تھے۔ اُن میں سے ایک سردار دیوان سنگھ مفتون ایڈیٹر ہفت روزہ اخبار "ریاست" بھی تھے۔ ریذیڈنٹ کے اشارے سے ان کو بھی وہاں سے نکال دیا گیا۔

اُدھر ۱۹۲۱ء میں گاندھی جی نے تمام ہندوستان میں ترک موالات کا پرچار شروع کیا۔ کاریں۔ ولائتی کپڑے اور تمام اشیاء جو انگلستان سے درآمد کی جاتی تھیں لوگوں کو استعمال کرنے سے منع کر دیا۔ مگر یہ سکیم جلد ہی ختم ہو گئی وائسرائے کے حکم سے گاندھی جی کو قید کر دیا گیا اور اب کوئی لیڈر ایسا نہ تھا جو اس کو چلائے۔ نہ کوئی پروگرام تھا۔ اس زمانہ میں سکھ گایا کرتے تھے کہ

آپی گاندھی قید ہو گیا۔
سانوں دے گیا کھدر دا بانا

یعنی خود گاندھی قید ہو گیا ہے اور ہم کو کھدر کا لباس دے گیا ہے۔ ایسے حالات میں مہاراجہ رپ دمن سنگھ نے اخبارات میں ایک مضمون لکھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ بھی عوام کے ہم نوا ہیں یہ باتیں ریذیڈنٹ کو بہت بُری لگیں اور اُس نے مہاراجہ صاحب کے خلاف جی بھر کر رپورٹ کر دی۔ مختلف مراحل سے ہو کر نتیجہ یہ نکلا کہ مہاراجہ صاحب کو نابھہ سے نکال دیا گیا۔ مسوری میں نظر بند کر دیا گیا۔ وہاں انہوں نے اپنے پرانے دوستوں سے ملنا شروع کر دیا اور حالات بدتر ہو گئے تو حکم ملا کہ مہاراجہ صاحب کو فوراً کوڈے کنال ریاست میسور جنوبی ہند میں بھجوا دیا جائے اور رانی صاحبہ اور بچے ہمراہ نہیں رکھ سکیں گے۔ ۱۹۲۸ء میں وہیں انتقال ہوا۔

یہ نوٹ لکھنے کے لئے دیوان سنگھ مفتون کی کتاب "ناقابل فراموش"
۲۔ "ہنگاموں میں زندگی" از مشتاق احمد وجدی صفحہ ۱۰۲ اور
۳۔ رپورٹ شاہی دربار ۱۹۱۱ء اور میرے اپنے چشم دید حالات سے مدد لی ہے۔

ہزار ہزار شکر اس خداوند کریم کا ہے جس نے ایسا مذہب ہمیں عنایت فرمایا جو خدا ترسی کا ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی نظیر کبھی اور کسی زمانے میں نہیں پائی گئی۔ — حضرت اقدس

اے وے لوگو جو نیکی اور راستبازی کے لئے بلائے گئے ہو۔ تم یقیناً سمجھو کہ خدا کی کشش اس وقت تم میں پیدا ہو گی اور اسی وقت تم گناہ کے مکروہ جال سے پاک کئے جاؤ گے جبکہ تمہارے دل یقین سے بھر جائیں گے۔ — حضرت اقدس

یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے اس سلسلے کو بے ثبوت نہیں چھوڑے گا۔ — حضرت اقدس

قرآن شریف میں کوئی ایسی بات نہیں جو انسان کو دھوکا دے

(ملفوظات جلد ۷ صفحہ ۴۰۷)

ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا

Digitized By Khilafat Library Rabwah

ایک خاتون کی غیر معمولی تعلیمی کامیابی ۔ مسلسل محنت و اولوالعزمی کا ایک حیرت انگیز واقعہ ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔ اس میں بہت سے اسباق اور قابلِ قدر امور ہیں ۔ ملاحظہ فرمایئے ۔

لوپیٹا (LUPITA) کو خطرے کا احساس اس وقت ہوا جب اس نے اپنی ٹوٹی پھوٹی انگریزی کی مدد سے یہ پتہ چلایا کہ اس کے دونوں بیٹوں کی تعلیمی رپورٹ تسلی بخش نہیں ہے ۔ وہ ٹیکساس میں اپنے بچوں کے سکول گئی تو اسے بتایا گیا کہ اس کے بچے پڑھائی میں بہت سست ہیں اور یہ کہ انہیں نچلے درجہ میں منتقل کر دیا جائیگا ۔ یہاں نکمے اور سست بچے پڑھتے ہیں ۔ سکول کے پرنسپل نے یہ بھی کہا کہ تم گھر میں سپینش زبان بولتے ہو اسلیئے تمہارے بچے جلدی سے بات کو سمجھ کر اس پر عمل نہیں کر سکتے ۔

لوپیٹا کو اس بات سے سخت صدمہ ہوا کیونکہ اسے خوب یاد تھا کہ جب بچپن میں اس کے متعلق اس طرح کہا گیا تھا تو اس پر کیا بیتی تھی ۔ اس کے والدین طلاق کی وجہ سے اکھٹے نہیں رہتے تھے وہ اپنے ہمدرد و مشفق نانا نانی کے ہاں پرورش پاتی رہی ۔ وہ تیرہ سال کی تھی تو اسے BROWNSVILLE اس کے والد کے پاس بھیج دیا گیا جس نے اسے بلاتاخیر سکول میں داخل کروا دیا ۔ جب اس نے پہلا ٹسٹ دیا تو انگریزی میں کمزوری کی وجہ سے اسے نچلے درجہ میں کر دیا گیا اور وہ اپنی کلاس میں سب سے بڑی لڑکی تھی ۔ سکول میں اس نے بڑی ہونیکی وجہ سے پڑھائی وغیرہ تو نہ کی البتہ مختلف کاموں میں چھوٹی لڑکیوں اور اپنی استانیوں کی مدد ضرور کرتی رہی ۔ اس وجہ سے وہ اپنے آپ کو حقیر اور ذلیل سمجھنے لگی ۔ اور چار ماہ کے بعد ہی بڑی لجاجت سے اپنے والد سے سکول چھوڑنے کی درخواست کی جو اس نے بادل نخواستہ مان لی ۔

سولہ سال کی عمر میں اس کی ایک امریکن سے شادی ہو گئی ۔ وہ اپنی حالت پر قانع تھی اور اسے یقین تھا کہ وہ ایک اچھی بیوی ۔ اچھی ماں اچھے کھانے تیار کرنے والی اور ہر طرح سگھڑ اور سلیقہ شعار ثابت ہو گی ۔ پانچ سال کے عرصہ میں اس کے تین بچے ہو گئے جن میں سے دو لڑکے تھے اور ایک لڑکی ۔

لڑکوں کے سست اور نکمے ہونیکے خیال کو وہ کسی طرح بھی تسلیم کرنے کو تیار نہ تھی اسے پتہ تھا کہ اس کے بچے ذہین ہیں مگر انہیں اسکی مدد کی ضرورت ہے جسکے بغیر وہ ترقی کی منازل طے نہ کر سکیں گے ۔ اسکے لیئے ضروری ہے کہ وہ انگریزی ۔ ہجے ۔ قواعد تلفظ اچھی طرح سیکھے ۔ اسے علم کی ضرورت تھی تا وہ اپنے بچوں کی اس بنیادی ضرورت میں مدد دے سکے ۔ اس نے ایک ڈکشنری کی مدد سے ان کی کتابوں کو سمجھنے کی کوشش کی مگر یہ کام اسے نہ صرف مشکل بلکہ بے فائدہ لگا ۔ اور اس نے سوچا کہ "اسطرح کام نہیں بنے گا مجھے باقاعدہ تعلیم حاصل کرنی ہو گی" ۔ لوپیٹا ایک ہسپتال میں مددگار کے طور پر مریضوں کو ڈاک اور پھول وغیرہ پہنچانے پر ملازم تھی ۔ اس نے مددگار نرس کی ٹریننگ حاصل کرنے کی کوشش کی مگر اسے بتایا گیا کہ یہ بات ممکن نہیں ۔ اس کورس کیلئے ہائی سکول ڈپلومہ ضروری ہے اور انگریزی کی قابلیت بھی بہتر ہونی چاہیئے اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ غیر ملکی بالغوں کی تعلیم کا کوئی انتظام ہے اسلیئے وہ ایک ہائی سکول میں اپنے داخلہ کیلئے گئی مگر اسے انتہائی مایوس کن جواب ملا ۔ "تمہاری رپورٹ بتاتی ہے کہ تم کوئی ذہین اور چست طالب علم نہیں تھی ۔ میں تمہارے داخلہ کی سفارش نہیں کر سکتا" ۔ لوپیٹا کو ایسے لگا جیسے کسی نے اسے بُری طرح روند ڈالا ہو تاہم جب وہ اس سکول سے برستی بارش میں واپس آ رہی تھی تو سارا راستہ اپنے آپ کو سمجھاتی رہی کہ کوشش مت چھوڑنا ۔ ہمت مت ہارنا ۔

اس نے اپنے بچوں کے ابتدائی سکول کے پرنسپل سے مشورہ کیا اور اسکی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب اس نے ٹیکساس ساوتھ ویسٹ کالج میں دو سالہ کورس کرنے کی تجویز اسے بتائی ۔ اس کالج تک جانے کے لیئے اسے دو بسیں تبدیل کر کے جانا پڑا مگر کالج جا کر اسے کلرکوں سے بات کرنے کی ہمت نہ پڑی وہ براہ راست رجسٹرار سے بات کرنا چاہتی تھی جسکے لیئے دو گھنٹے سے زیادہ انتظار کرنا پڑا مگر یہ انتظار اسے مہنگا نہ پڑا کیونکہ رجسٹرار نے اس کے شوق و جذبہ سے متاثر ہو کر اسے داخلہ دینے کا اس شرط پر وعدہ کر لیا کہ "اگر تم امتحان میں کامیابی حاصل نہ کر سکی تو اپنی تعلیم ختم سمجھنا" ۔

اگلے دن پھر دو بسیں تبدیل کر کے سکول گئی اور اسی طرح دوپہر کے وقت بھاگم بھاگ گھر پہنچی تاکہ اپنے خاوند اور نانا نانی کیلیئے کھانا تیار کرے ۔ پھر جلدی جلدی سکول گئی اور شام کو وہ اپنے بچوں کی سکول سے واپسی کے وقت ان کے استقبال کیلئے گھر پر موجود تھی ۔ لوپیٹا کو اچھی طرح یاد ہے کہ اگرچہ اس کے گھر والوں نے اس کی اس بھاگ دوڑ اور مصروفیت کو قبول تو کر لیا تھا لیکن انہوں نے بلکہ خود اس نے بھی اسے پوری سنجیدگی سے نہیں لیا تھا ۔ "میرے خاندان کا تو یہی خیال تھا کہ میں جلد ہی اتنی مشقت اور بھاگ دوڑ سے تھک کر گھر میں بیٹھ جاؤں گی" ۔

لوپیٹا بہت تیز نکلی اور اس نے اتنے مشکل حالات کے باوجود ہر روز صبح چار بجے جاگ کر سکول کا کام کرتے ہوئے (کیونکہ اسکے پاس اور کوئی وقت نہیں تھا) پہلے سمسٹر میں امتیازی پوزیشن حاصل کی اور پھر لگاتار اعزاز کے ساتھ کامیابیاں حاصل کرتی گئی ۔

کالج میں پہلے سال کے ختم ہوتے تک وہ علم و قابلیت کی ایک نئی دنیا میں پہنچ چکی تھی اور اسے یہ معلوم کر کے حیرت ہوئی کہ وہ کوئی ڈپلومہ اور سرٹیفکیٹ ہی نہیں بلکہ یونیورسٹی کی ڈگری حاصل کرنا چاہتی ہے ۔ اس نے ایڈنبرا میں پان امریکن یونیورسٹی جو اس کے گھر سے ستر میل کے فاصلہ پر تھی میں داخلہ لے لیا اور کرایہ کی گاڑیوں پر ہر منگل اور جمعرات کو یونیورسٹی بھی جانے لگی ۔ سوموار ۔ بدھ اور جمعہ کو اس کی کالج کی پڑھائی بھی ان مشکل حالات میں جاری تھی ۔ تین سال کے عرصہ میں اس نے جونیئر سکول ڈگری کے ساتھ ساتھ یونیورسٹی سے سائنس کے مضامین میں ڈگری حاصل کر لی ۔

لوپیٹا کو اس زمانے کی مشکلات خوب اچھی طرح یاد ہیں ۔ میں اپنے آپکو مجرم سمجھتی تھی ۔ میرے اندر کی روایتی ہسپانوی عورت مجھے بار بار کہتی تھی کہ تم اپنے خاندان کو نظر انداز کر رہی ہو ۔ مجھے بخوبی احساس تھا کہ میں ان کی امیدوں پر پوری نہیں اتر رہی پھر بھی تعلیم حاصل کرنا ہی تو میری اور میرے خاندان کی ہی ضرورت تھی ۔ اس کے بچوں کو پتہ تھا کہ ان کی ماں عام عورتوں سے مختلف ہے کیونکہ ان کے ہاں کی مائیں تعلیم حاصل کرنے کیلئے کالج نہیں جایا کرتیں ۔ وہ اس سے پہلے سے بڑھ کر محنت کرنے لگے اور اسکی شاندار مثال اور حوصلہ افزائی سے ان کا تعلیمی معیار بھی بہت بہتر ہو گیا ۔

تعلیمی ڈگری حاصل کرنے کے بعد لوپیٹا نے اپنے بچوں کو بوسٹن لے جانے کا فیصلہ کیا جہاں اسکا باپ مقیم تھا اور یہاں وہ سپینش لٹریچر پڑھ سکتی تھی کیونکہ اسکی علم کی پیاس اب اور زیادہ ہو چکی تھی ۔ مالی حالت بدستور غیر تسلی بخش تھی تاہم اس نے جز وقتی استانی کے طور پر کام کرتے ہوئے وائی ڈبلیو سی اے کے ایک ادارے سے سپینش گفتگو کا کورس کر لیا ۔ ۱۹۷۱ء میں اس نے سپینش لٹریچر میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی ۔ اس یونیورسٹی نے میکسیکن امریکن سٹڈیز کا کورس شروع کیا تو اسکی خدمات بطور عارضی ڈائریکٹر کے حاصل کرنی چاہیں مگر اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ " اگر میں نے کوئی نئی مصروفیت کی دردسر مول لینی ہے تو پھر اسکا مناسب بدل بھی تو ہونا چاہیئے" یونیورسٹی کی طرف سے اسے مستقل ڈائریکٹر کی پوسٹ پیش کر دی گئی ۔ وہ انتظام کا تو کوئی تجربہ نہیں رکھتی تھی مگر جسطرح وہ تیزی سے تعلیم حاصل کر رہی تھی اس نے اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے ایجوکیشن میں ڈاکٹریٹ کر لیا ۔

۱۹۷۳ء اس کیلئے بہت مشکل اور مصروف سال تھا ۔ پورے وقت کے انتظامی ذمہ داریوں اور تعلیمی مشاغل کے ساتھ اس نے یونیورسٹی اور وائی ڈبلیو سی اے دونوں جگہ پڑھانے کا کام بھی جاری رکھا ۔ مگر نجانے کس طاقت اور حکمت سے اس نے اپنے بچوں کی ذمہ داریاں کبھی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیں اور سکول سے واپسی پر انہیں گھر پر ملتی ۔ سکول کی یوم والدین وغیرہ تقریبات پر برابر شامل ہوتی اور سکول کی ہر وہ کھیل بھی دیکھتی جس میں اس کے بچے شامل ہوتے ۔

۱۹۷۷ء میں اسے امریکن ایجوکیشن کونسل کی فیلوشپ اور پہلی ہسپانوی اعزاز یافتہ خاتون ہونے کی عزت حاصل ہوئی ۔ بوسٹن یونیورسٹی میں اس نے نمایاں اور ممتاز عہدوں پر کام کیا مگر ان ساری باتوں کے باوجود اسکا انکسار پہلے کی طرح ہی تھا ۔ جب کبھی اس سے اس کے کام کے متعلق پوچھا جاتا تو وہ بڑی سادگی سے کہتی کہ میں بوسٹن یونیورسٹی میں کام کرتی ہوں اور یہ سن کر بھی کہ آپ کو وہاں کلرک کا کام کرنا کیسا لگتا ہے ۔ وہ کبھی برا نہ مانتی ۔

اس میں مزاح کی بہت اچھی حس تھی ایک دفعہ وائس پریذیڈنٹ جارج بُش سے بوسٹن یونیورسٹی میں تعارف کے موقعہ پر اس نے کہا کہ میری اصل زبان سپینش ہے اس لیئے میں انگریزی کے جے (J) اور وائی (Y) کو اچھی طرح ادا

Digitized By Khilafat Library Rabwah

نہیں کہہ سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ میں یہ بتاتے ہوئے ہچکچاتی ہوں کہ ڈالس پریذیڈنٹ نے کہاں تعلیم حاصل کی تھی مبادا کہ میں YALE بتانے کی بجائے جیل ہی کہہ دوں۔

کچھ عرصہ قبل ٹوبیٹا نے اخبار میں پڑھا کہ شکاگو میں بہت سے ہسپانوی باشندے آگ میں جل کر مر گئے کیونکہ وہ آگ بجھانے والوں کی زبان نہیں سمجھ سکے تھے۔ اس پر اس نے پولیس اور فائر بریگیڈ والوں کے لئے ایک سپیشل تعلیمی ٹریننگ کی تجویز کی اور اپنی تجویز کی اہمیت وضرورت سمجھانے کے لئے اس نے مثال دیتے ہوئے کہا کہ آپ لوگ اکثر ہسپانویوں کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی غلط سوال کا صحیح جواب دے رہے ہوں۔ تم کسی سے اس کا نام پوچھتے ہو تو وہ "جوآن" بتاتا ہے تم کہتے ہو نہیں نہیں تمہارے نام کا آخری حصہ کیا ہے؟ وہ دیانتداری سے پیریز PEREZE بتاتا ہے حالانکہ تمہارے سوال کا صحیح جواب گومز تھا۔ کوئی کمپیوٹر بھی تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔ اگر تم جوآن پیریز کو جسے تم پہچانتے ہو ڈھونڈھ رہے ہو۔ تم کہتے ہو وہ جھوٹا ہے حالانکہ اس نے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔

.... چودہ سو سے زیادہ پولیس والوں نے اس کا یہ کورس کیا جس کی ایف بی آئی کے افسران نے بھی تعریف کی، پریذیڈنٹ ریگن نے ٹوبیٹا کو نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف جسٹس ایڈوائزری بورڈ کا ممبر مقرر کیا۔ یہ تقرر اس کے بے شمار نمایاں اور شاندار اعزازات اور عہدوں میں سے ایک ہے۔

اس کی ساری شاندار تعلیمی کامیابیوں اور بلند مراتب واعزازات کے باوجود اس کی توجہ کا مرکز اس کے بچے ہی رہے۔ ماریو ایک ڈاکٹر بن چکا ہے۔ وکٹر ایک وکیل اور ماریا قانون کی طالب علم ہے۔ ماریو اس کے لڑکے کا کہنا ہے کہ اگر ہم نے کوئی کارنامہ کیا ہے تو یہ محض اس وجہ سے کہ اس نے ہمیں محبت اعتماد اور ایسی مدد دی جس سے ہم اس قابل ہوئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری ماں کی شکل میں خدا کا ہاتھ تھا جو ہماری مدد کر رہا تھا۔"

(تلخیص از ریڈرز ڈائجسٹ جولائی ۱۹۸۴ء)

درخواست دعا

مکرم ماسٹر الطاف احمد ڈان الیکٹرونکس محلہ دارالبرکات ربوہ کو بوجہ بلڈ پریشر بائیں سائیڈ پر فالج کا حملہ ہوا ہے۔ وہ اس سے قبل بھی طویل عرصہ سے بلڈ پریشر کے عارضہ میں مبتلا چلے آرہے ہیں۔ احباب دردِ دل سے ان کی مکمل صحتیابی کیلئے دعا کریں۔

مولوی محمد اشرف دارالبرکات ربوہ

اعتماد سے متعلق ایک چھوٹی سی بات

انسان باہمی اعتماد کے بل بوتے پر زندگی کے بہت سے کٹھن دن بہ آسانی گزار دیتا ہے اگر یہ اعتماد نہ ہو۔ تو انسانی معاشرہ میں ایک پل گزارنا بھی مشکل ہو جائے۔ انسان کی انسان پر اعتماد کی ابتدا انسان کی پیدائش سے شروع ہوتی ہے اور وفات تک ختم نہیں ہوتی۔ یہ اعتماد ماں باپ اور بچوں کے درمیان ایک جدا رنگ رکھتا ہے تو مالک اور نوکر کے درمیان ایک علیحدہ صورت۔ شاگرد اور استاد کے درمیان اس کی اپنی ایک الگ مثال ہے۔ تو دوستوں کے درمیان اعتماد کا اپنا ایک رنگ اور مزہ ہے۔ اعتماد بہ حیثیت انسان اس کے انسان ہونے کی اساس ہے۔ اگر اعتماد کا رشتہ یا پردہ چند لمحوں کے لئے بھی ان سب کے درمیان میں سے اٹھ جائے تو زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ اجیرن ہو جاتی ہے۔ انسانیت دکھی ہو جاتی ہے۔ رشتوں پر سے اعتبار اٹھ جاتا ہے۔ آپ کو اعتماد ہے کہ آپ نے بچوں کو اسکول بھیجا ہے۔ وہ اسکول جائیں گے۔ وہاں اساتذہ ان کا ہر طرح خیال رکھیں گے۔ ان کی رہنمائی تعلیم وتربیت کے میدان میں کریں گے۔ تو آپ پرسکون ہو کر اپنے گھر کے کام کاج میں مصروف ہو سکیں گے۔ ایک دن کوئی آپ کو بتا دے کہ آپ کا بچہ آج اسکول نہیں گیا۔ آپ پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے۔ سوالیہ نشان آپ کو پاگل کر دینے کو کافی ہونگے۔ چلئے اسے بھی چھوڑیئے آپ کا بچہ آپ کے سامنے یہ بات کہہ دے۔ ہمارے استاد تو ہمیں سبق نہیں پڑھاتے اپنے دوستوں کے ساتھ ہی آجکل باتیں کرتے رہتے ہیں۔ آپ وسوسوں کا شکار ہو جائیں گے۔ چند ایک مائیں تو استاد کو برا بھلا بھی دبی زبان سے یا برملا کہہ دیں گی۔ بہر حال آپ کا وقت انتشار کا شکار ہو جائیگا۔ آپ تو شک ہو گیا یا کسی نے بہکا دیا۔

"آج دودھ کم ہے؟" "یقیناً نوکر نے پی لیا ہے۔" "صابن نہیں مل رہا۔" "خاکروبہ لے گئی ہو گی۔" "یہاں کھلے پیسے رکھے تھے؟" "پڑوسن کے بچے آئے ہوئے تھے وہ نہ لے گئے ہوں!"

"سنا ہے منظور سے تمہاری لڑائی ہو گئی ہے۔" "تمہیں کس نے بتایا؟" "اچھا تو منظور نے بتایا ہو گا۔ بہت جلد باز نکلا۔ بے وفا۔ اب تو میں کبھی اس سے بات بھی نہیں کروں گا۔" "بتاؤ تمہیں کس نے بتایا۔" "کسی نے بھی بتایا ہو" "کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟" آپ کو بد اعتمادی نے ڈس لیا۔ آپ نے کالی عینک لگالی۔ آپ نے گھر والوں سے اس دن بات نہیں کی۔ منہ پھلائے رکھا۔ سب کو احساس دلایا کہ کوئی بات ہے ضرور۔ لیکن بتایا نہیں کہ کیا بات ہے۔ دکھی ہوتے رہے۔ جلتے رہے ـــ اول تو ہمیں کسی کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہیئے۔ کیونکہ دل خدا کا گھر کہلاتا ہے۔ کسی کے اعتماد کو ٹھیس پہنچا کر آپ کسی کا دل توڑ رہے ہوتے ہیں۔ وہ سب پر اعتماد کرنا چھوڑ دے گا۔ ہو سکتا ہے معاشرہ کے لئے عذاب بن جائے۔ آپ کی چھوٹی سی بات اس کی زندگی بدل کر رکھ دے ـــ.... لیکن اگر کہیں بد اعتمادی نے سر اٹھایا۔ شک کا سایہ آپ کے دماغ کے کسی کونے میں ابھرا۔ تو آپ پر بھی ذمہ داری آتی ہے۔ جب کسی نے آپ کو بتایا کہ آپ کا بچہ اسکول نہیں گیا۔ تو آپ اس بات پر نہ تو اندھا دھند اعتبار کر کے بچے کو گھر آتے ہی مارنے پیٹنے دھتکارنے لگیں اور نہ ہی یہ کہ کان پر جوں تک نہ رینگے۔ اور آپ بھول ہی جائیں۔ اس بابت کچھ بھی نہ سوچیں۔ آپ کا فرض ہے۔ بچے کی نگہداشت کریں۔ بات کی چھان بین کریں اگر یہ بات سچ ہے تو اس کے عوامل تلاش کرنے کی کوشش کریں۔ سعی کریں کہ آئندہ بچہ ایسے حالات سے دوچار نہ ہو۔ ایک بچہ کا بھولپن بھی ہو سکتا ہے۔ ایک دن پہلے ماسٹر صاحب نے کہا تھا۔ "جو بچہ کل کام کر کے نہ لایا میں اس کی ہڈیاں توڑ دوں گا۔" بچہ نہ سمجھ سکا کہ یہ دھمکی ہے۔ وہ ڈر کے مارے اسکول کے گیٹ کے پاس کھڑا رہا۔ ادھر ادھر وقت گزار کر چلا آیا۔ اور پھر اسکول سے واپس آنے والوں کو چھپ کر دیکھتا رہا کہ کس کس کی ہڈیاں ٹوٹی ہیں؟۔ اور یہ بھی ہو سکتا تھا بچہ غلط کار بچوں کے ہاتھ چڑھ گیا ـــ بہر حال اعتماد کو ٹھیس لگی۔ لیکن عوامل ڈھونڈ نکالنے پر اس کا سدباب بہتر طور پر ہو سکتا ہے۔

اسی طرح اگر بچے نے کہا کہ استاد نہیں پڑھاتے تو بچے کے والد صاحب سے بات کریں وہ پتہ چلائے کہ اس بات میں کہاں تک حقیقت ہے۔ بغیر حقیقت جانے صرف سنی سنائی بات کو سچ سمجھ کر اپنے بچے کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دینا۔ اسے دروغ گوئی بنانے میں مدد دیگا۔ ایسا نہ کریں۔

دودھ کم تھا۔ امی آپ پڑوسن کے گھر گئی تھیں۔ میرے دوست آئے تھے میں نے چائے بنا کر پلائی۔ سب برتن بھی بعد میں صاف کر کے رکھ دیئے۔ "امی اب میں اچھا ہو گیا ہوں نا؟" "اُف میرے خدا یہ کیا ہوا۔ میں تو نوکر پر شک کر رہی تھی۔" اب آپ اپنے خیالوں میں گم ہیں۔ بچے کو اس کے اچھے کام کی داد بھی نہیں دے سکتیں۔ شکر ہے وقت پر پتہ چل گیا ورنہ آپ تو کل سے باقاعدہ نوکر پر نظر رکھ کر اسے رنگے ہاتھوں پکڑنے کے موڈ میں تھیں۔ صابن کیاری کے پاس پڑا ہوا مل گیا۔ بچے وہاں تختی دھو رہے تھے۔ ننھا ماجد ان کے ہاتھ دھلانے لے گیا تھا۔ بات کھل گئی شکر ہے خاکروبہ کی شامت نہیں آئی۔ کھلے پیسے بھائی جان نے بھکاری کو دیئے تھے! پڑوسن کے بچوں کو دو دن تک آپ نے گھور گھور کر دیکھا۔ جا و بے جا ٹوکا۔ یہ سب بے اعتمادی پیدا ہوئی۔ اس لئے کہ آپ نے دانشمندی سے پتہ لگانے کی کوشش نہیں کی۔

منظور نے نہیں بتایا تھا کہ آپ سے لڑائی ہوئی ہے بلکہ وہ تو ننھا جاوید اپنے دوست کو سیڑھیوں پر بیٹھا بتا رہا تھا۔ کسی نے سن لیا بات اچک لی۔ اور آپ نے ناحق اپنا خون جلایا ـــ آپ کو چاہیئے تھا۔ منظور سے خود بات کر لیتے۔ کدورتوں کے سائے ڈھل جاتے۔ اعتماد کی فضا قائم رہتی۔

اعتماد ایک ایسا ستون ہے جس پر آپس کے رشتوں کی چھت کھڑی کی جا سکتی ہے۔ جو آپ کو سکون مہیا کرتا ہے غم کی دھوپ سے بچاتا ہے۔ پچھتاوے کی آگ سے بچاتا ہے۔ اعتماد پیدا کریں۔ اعتماد کرنا سیکھیں۔ بد اعتمادی بدظنی پیدا کرتی ہے۔ اور بدظنی گناہ تک لے جاتی ہے۔ سنی سنائی بات آپ نے آگے تو بیان کر دی ہی نہیں کیونکہ یہ آپ کو جھوٹا بنانے کے لئے کافی ہے۔ لیکن بلا تحقیق اس پر یقین بھی نہ کریں۔

میرے نزدیک اعتماد مجموعہ ہے درج ذیل صفات کا۔

(الف) "اعتبار"۔ اپنے اوپر دوسروں پر

(ع) "عزت نفس" کا خیال۔ دوسروں کا اور اپنا

(ت) "توقع خیر" تقدیر سے، دوسروں سے

باقی ۸ پر

Digitized By Khilafat Library Rabwah

ہمدرد
مولانا محمد علی جوہر

عزیز ملک

مولانا محمد علی جوہر نے محض قومی خدمت کی خاطر اعلیٰ عہدوں کو ٹھکرا کر صحافت کی خارزار وادی میں قدم رکھا تھا۔ وہ جب سمندر پار سے اعلیٰ انگریزی تعلیم حاصل کر کے واپس آئے تو ابتداء میں انہوں نے ملازمت اختیار کی۔ لیکن یہ اُن کی منزلِ مقصود نہ تھی۔ چنانچہ اُن کی طبیعت کے بے پایاں اضطراب نے بہت جلد کروٹ لی اور انہوں نے ملازمت سے رضا کارانہ علیحدگی اختیار کر لی۔ ان کے اس انفرادی ایثار کے اثرات ہماری اجتماعی حیاتِ ملّیہ کی لوحِ جبیں پر مرقوم ہیں۔ ان کی مخلصانہ سعی و رہنمائی ان کا صدق ان کی شعلہ نوائی تاریخ کا ناقابلِ فراموش باب ہے۔

کامریڈ کا اجراء

انہوں نے ۱۴ر جنوری ۱۹۱۱ء کو کلکتہ سے انگریزی پرچہ "کامریڈ" کے نام سے نکالا۔ یہ پرچہ ملکی صحافت میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اس نے قدیم صحافتی ڈگر سے الگ ایک راستہ اختیار کیا۔ اس کے دو نتیجے نکلے ایک طرف مولانا کی بے مثل انشاء پردازی حق گوئی اور بیباکی نے حکامِ وقت کو چونکایا تو دوسری جانب ملّت کو ایسا جری اور جیالا قائد مل گیا۔

جس کی آواز میں مقناطیسی قوت تھی اور مجاہدانہ بے باکی بھی۔!

تنسیخ بنگال کے بعد ۱۴ر ستمبر ۱۹۱۲ء تک کامریڈ کلکتہ سے نکلتا رہا پھر وہ اسے دہلی لے آئے۔ اور ۱۳ر اکتوبر ۱۹۱۲ء کو دہلی سے باقاعدہ شائع ہونے لگا۔ کامریڈ کی ابتدائی اشاعت کے اداریے میں صحافت کے اصولوں پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"صحافی سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ واقعات کو پوری صحت سے درج کرے۔ اُسے خیال رکھنا چاہیئے کہ واقعاتی صحت کا معیار اتنا بلند ہو کہ مؤرخ اس کی تحریروں کی بنیاد پر تاریخ کا ڈھانچہ کھڑا کر سکے۔ صحافی رائے عامہ کا ترجمان ہی نہیں ہوتا رہنما بھی ہوتا ہے۔ اسے صرف عوام کے جذبات کی حمایت و تائید ہی نہیں کرنا چاہیئے بلکہ صحافتی ہُنر سے عوام کو درس بھی دینا چاہیئے۔"

اس میں شک نہیں کہ انگریزی سرکاری زبان تھی۔ حکومت اور دوسرے غیر مسلم انگریزی دان عناصر کو مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے روشناس کرانے کے لئے "کامریڈ" نے تاریخی خدمات انجام دیں تاہم ایک کمی ضرور تھی جو پائی گئی اور وہ مسلم عوام کی راہنمائی اور ان کے جذبات کی ترجمانی کا فرض تھا۔ جو اُردو کے سوا کسی دوسری زبان کی وساطت سے ممکن نہ تھا۔

روزنامہ "ہمدرد"

چنانچہ ۱۹۱۳ء میں مولانا کو روزنامہ "ہمدرد" نکالنے کا خیال آیا۔ لیکن کچھ موانع تھے جن کے باعث پرچہ نکلنے میں تاخیر ہوگئی۔ آخر حکیم محمد اجمل خاں صاحب کے اصرار پر ۲۳ر فروری ۱۹۱۳ء کو "نقیب ہمدرد" کے نام سے ایک ورق چھپنا شروع ہوا۔ اسے بھی لوگوں نے ذوق و شوق کے ہاتھوں لیا اور آنکھوں سے لگایا۔ پھر ۱۲ر مئی ۱۹۱۳ء سے چار صفحے نکلنے لگے۔ تا آنکہ یکم جون سے "ہمدرد" پوری آب و تاب کے ساتھ آٹھ صفحوں پر نسخ ٹائپ چھپنا شروع ہوا پہلے ہی پرچے کے اداریے میں لکھتے ہیں:۔

"ہمدرد کا فرض ہوگا کہ روز سچی خبریں سنائے ان خبروں کو پوری طرح سمجھنے کے لئے جن معلومات کا مہیا کرنا ضروری ہے وہ مہیا کرے۔ "ہمدرد" آپ سے سیکھے گا۔ آپ کو سکھائے گا۔ جس طرح ساون میں کبھی کبھی بادل کے ساتھ دھوپ بھی ہوتی ہے۔ اور دھنک بھی اپنی رنگا رنگ بہار آرائی دکھاتی ہے۔ "ہمدرد" کبھی ہنستوں کو رُلائے گا اور روتوں کو ہنسائے گا۔"

روزنامہ "ہمدرد" متحدہ ہندوستان کا پہلا روزنامہ تھا جس نے ایسوسی ایٹڈ پریس اور رائٹر کی خدمات حاصل کیں۔ چندے بعد ۱۹۱۴ء کی جنگ شروع ہوگئی تو خبروں کے اہتمام اور پرچے کے رکھ رکھاؤ کی وجہ سے اس کی روزانہ اشاعت بیس ہزار تک پہنچ گئی۔ ملک بھر میں اشاعت کے لحاظ سے کوئی بھی روزنامہ اس کی برابری نہیں کر سکتا تھا۔ اسی جنگ کے دوران مولانا نے ترکوں کی حمایت میں "ترکی کا انتخاب" کے عنوان سے ایک مضمون کامریڈ میں لکھا۔ یہ مضمون "لنڈن ٹائمز" کے ایک توہین آمیز مقالے کے جواب میں سپردِ قلم ہوا تھا اس کی اشاعت پر "ہمدرد" اور "کامریڈ" دونوں کی ضمانت ضبط ہو گئی۔

حکومت کے لئے مسلمانوں کی بیداری اور بالخصوص عالمگیر قوتِ اسلامی کے جذبے کی ادنیٰ سی رمق بھی ناقابلِ برداشت تھی۔ ادھر صورت یہ ہوگئی تھی کہ مولانا کا شرربار قلم پوری ملتِ اسلامیہ کے قلب و نظر میں شعلے بھڑکائے دیتا تھا اور انگریز نہیں چاہتا تھا کہ جنگ کے دنوں میں مسلمانوں میں کوئی آثار بغاوت یا بیداری کے پیدا ہوں اتفاق کی بات ہے کہ

اُن دنوں مولانا ہمدرد اور کامریڈ تینوں نے مل کر ایک ایسی اکائی کی حیثیت اختیار کر لی جس نے انگریزوں کے عقیدۂ تثلیث کو ذہنی صلیب پر چڑھا دیا۔ مسیح کو برداشت کرنے کی توفیق حکومت میں تھی نہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۹۱۵ء میں مولانا گرفتار کر لئے گئے۔ اور "ہمدرد" بند ہوگیا۔

"ہمدرد" کی حیثیت صرف سیاسی نہ تھی۔ اس میں ادبی چٹخارہ بھی تھا۔ اس عہد کے سبھی معروف اہلِ قلم کی نگارشات اس میں جگہ پاتیں تاریخی مجلسی، معاشرتی، اصلاحی، سائنسی اور علمی نوعیت کے مضامین شائع ہوتے۔ علاوہ ازیں طنز و مزاح کارٹون، خاکے اور وہ سب کچھ جو جدید صحافت میں آج کل پایا جاتا ہے "ہمدرد" میں ہوا کرتا۔ بلکہ طرزِ نو کی اولیت کا شرف بھی "ہمدرد" ہی کو حاصل ہے "ہمدرد" میں شائع ہونے والا مقبول ترین کالم "گپ" مولانا خود لکھا کرتے۔ ان کا یہ کالم وقتی و آنی طنز و مزاح کا حامل نہ تھا بلکہ اس کے پیچھے ایک فکری تحریک تھی۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس فکری تحریک کے وہ خود ہی مجوز و راہنما تھے

ہمدرد پر سنسر

حکومتِ برطانیہ کی نظر میں مولانا محمد علی جوہر کی صحافت کس قدر دہشت اثر تھی۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ پہلی جنگِ عظیم کے بعد جب "ہمدرد" پر سنسر بٹھا دیا گیا تو مقصد یہ تھا کہ اس پابندی کی تاب نہ لا کر یہ پرچہ خود بخود دم توڑ جائے۔ انہی دنوں ایک لطیفہ ہوا جسے مولانا ہی کے الفاظ میں سنیئے:۔

"ہمدرد کے سنسر نے ایک بار چڑے چڑیا کی کہانی کو بھی خارج کر دیا تھا کیونکہ ان کے خیال میں "ہمدرد والوں سے ڈرنا ہی چاہیئے۔ روٹی کا معاملہ ہے۔ نہ معلوم اس میں کیا زہر بھر دیا ہو اور جواب دہی ہمارے سر پر آ پڑے"۔

مولانا محمد علی جوہر اپنے عہد کی ایک غیر معمولی شخصیت تھے۔ وہ محض صحافی، ادیب، شاعر یا خطیب نہ تھے۔ بلکہ میدان جہاد کے نڈر سپہ سالار بھی تھے۔ وہ جیل کے پھیپھڑے کو سانس کی آمد و شد سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے۔ کھری کھری بات کہنا ان کی عادت اور حق کی حمایت میں پہاڑ سے ٹکر لینا ان کا شیوہ تھا۔

ان کی ساری جدوجہد آزادی میں ان کی اسلامی سیرت اور عشق مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پرتو نظر آتا ہے اس لئے ان کی صحافت کے تیور جانچنے سے پہلے ان کی زندگی پر ایک نظر ڈالنا بے موقع نہ ہوگا۔ وہ اس حقیقت پر ایمان رکھتے تھے کہ صرف اسلام ہی میں نجات کی صورت اور کائنات کی بھلائی کا راز مضمر ہے لکھتے ہیں

"خدا نے ہم پر بڑا رحم فرمایا کہ مسلمان کے گھر پیدا کیا۔ اب نہ ارسطو کا جادو چل سکتا ہے نہ کانٹ کا"۔

۱۹۲۱ء میں مقدمہ کراچی کے دوران میں عدالت فردِ جرم کے جواب میں فرمایا

"ہم نے جو کچھ کیا وہ عین اسلامی احکام کے مطابق ہے ہم تعزیراتِ ہند کو قرآن کے مقابلے میں ہیچ سمجھتے ہیں"

اسی پس منظر میں مولانا کی تحریری اور تقریری جدوجہد کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ اپنی افتادِ طبع کے باعث جنگاہِ آزادی میں کُودے تھے۔ لیکن اس میدان میں بھی ان کا ضمیر ایمان سے سرشار نظر آتا ہے۔ انہوں نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز وطن دوستی سے کیا تھا۔ ملک کے حالات ان دنوں کچھ ایسے ہی تھے۔ متحدہ ہندوستان کی زمامِ سیاست مہاتما گاندھی کے ہاتھ میں تھی اور مہاتما جی کے مذہبی تعصب اور تنگ نظری کا راز ابھی کھلا نہ تھا لیکن بہت زمانہ نہیں گزرا تھا کہ حقیقت آشکار ہوگئی اور مولانا کے جذبۂ اسلامی میں طوفان بپا ہوگیا۔ آخر کار ایک موقع پر یہ الفاظ ان کی زبانی پر آ ہی گئے کہ

"میں ایک فاسق و فاجر مسلمان کو بحیثیت مسلمان کے گاندھی جی سے کہیں ارفع و اعلیٰ سمجھتا ہوں"۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

جب ایک رسوائے عالم مسمی راجپال نے توہین رسالتؐ کا ارتکاب کیا تو انہیں بے حد صدمہ ہوا۔ اپنے کرب کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"مجھ سے جہاں تک صبر ہو سکے گا صبر کروں گا اور صبر کا جام لبریز ہو جائے گا تو اٹھوں گا یا اس گندہ دل گندہ دماغ۔ گندہ ذہن کافر کی جان خود لے لوں گا۔ یا اپنی جان اس کوشش میں کھو دوں گا"۔

مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

"ہم اپنے مطالبات میں کمی نہیں کر سکتے یہ خدا تعالیٰ کے احکام ہیں اور اگر ہمارے مطالبات کے خلاف فیصلہ ہوا تو مسلمان وہ کریں گے جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے"۔

ایک اور موقع پر فرمایا:۔

"اگر گورنمنٹ اپنے موجودہ رویہ پر مصر ہے تو مجھے اس کا وہی حشر معلوم ہوتا ہے جو اس سے قبل بڑی بڑی بابل اور مصر جیسی سلطنتوں کا ہو چکا ہے جن کو خدا کی ہمسری کا دعویٰ کرنے پر ایک حقیر مچھر اور دریا کی موج کافی ہوئی"۔

انڈین نیشنل کانگریس سے علیحدگی کے وقت انہوں نے "ہمدرد میں لکھا"۔

"برادران وطن کو یہ محسوس کرنا چاہیئے کہ ان کے تعصب نے ان کے دشمنوں کو نہیں بلکہ مجھ ایسے دوستوں کو کس قدر صدمہ پہنچایا ہے۔ لیکن اگر پنڈت موتی لال یا سوراج پارٹی کے اور ارکان یہ تصور کرنے لگیں کہ مسلمانوں کی یہ مدد ہر حال میں جاری رہے گی خواہ مسلمانوں کے ساتھ کتنی ہی ناانصافی کیوں نہ برتی جائے۔ تو انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ مسلمانوں کے متعلق ان کا تخمینہ غلط ہے"۔

"ہمدرد" کی بحالی

بہت مدت بند رہنے کے بعد ۲۱ مئی ۱۹۲۹ء کو "ہمدرد" دوبارہ شروع ہوا اور دور اشاعت اپریل ۱۹۳۰ء تک اسکی "ہمدرد" کی تحریروں میں پسماندہ ملت اسلامیہ کے لئے بے پناہ درد کی ٹیسیں ملتی ہیں۔ آزادی کی تڑپ اور غلامی کا رونا نہیں۔ اس دور ادبار میں مسلمانوں کے مابین جو اختلاف باعتبار عقیدہ و مسلک پایا جاتا تھا۔ مولانا کو اس کا دکھ کھائے جاتا تھا۔ وہ سمجھتے تھے جو ڈوبے گی ناؤ تو ڈوبیں گے سارے: چنانچہ وہ اتحاد بین المسلمین کے بھی پُر جوش مبلغ تھے ایک اداریئے میں لکھتے ہیں:۔

"فرقہ وارانہ تعصبات اور حنفی، وہابی، شیعہ کے فروعی جھگڑوں کو پس پشت ڈال کر محض اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کو اپنا نصب العین بنالیں۔ اگر ہم میں اسلام کا درد موجود ہے۔ ہم خلوص و ایمانداری سے مسلمانوں اور اسلام کے بہی خواہ ہیں اور ہمارا آپس کا اختلاف کسی بدنیتی پر مبنی نہیں تو ہمیں آپس میں متحد ہو جانے میں دیر نہ لگنی چاہیئے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم ٹھنڈے دل سے اس مسئلہ کے ہر پہلو پر غور کریں۔ اور پھر ایک ہی نتیجہ پر پہنچ کر متفق ہو جائیں"۔

نصف صدی پہلے کا یہ اداریہ آج کے حالات پر منطبق کر کے پڑھیں تو مولانا کے دکھی دل کی پکار ناقابل فہم نہیں رہتی۔ قاضی عبدالغفار مرحوم لکھتے ہیں:۔

"محمد علی کی صحیفہ نگاری نے اردو صحافت کا ایک نیا دور شروع کیا تھا اور وہ اردو کی پس ماندہ صحافت میں بعض اہم اصلاحات کے بانی تھے مثلاً "ہمدرد" پہلا روزنامہ تھا جو لیتھو کے بجائے ٹائپ میں چھاپا گیا۔ اس کے مضامین کا معیار اس زمانے کی عام صحافت سے بہت زیادہ تھا۔ اور مزاح نگاری کا ایک ایسا معیار "ہمدرد" نے قائم کیا۔ جس کا اس سے پہلے اردو صحافت میں کوئی وجود نہ تھا"۔

اصلاح معاشرہ

تمام لڑائیاں جھگڑے اور عناد مٹادیں

عبدالباسط

کوئی قوم باہم اتحاد کے بغیر ترقی نہیں کر سکتی۔ کوئی جماعت باہم پیار و محبت کے بغیر جماعت کا مقام اور شان حاصل نہیں کر سکتی اور الٰہی تائید و نصرت کے حصول کے لئے افراد جماعت کا ایک دوسرے سے اخوت و پیار لازمی اور ضروری ہے۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم ایک امام کے تابع ہیں اس کی ہر آواز کو سن کر اس پہ شرح صدر اور بشاشت سے عمل کرنا اپنے لئے سعادت سمجھتے ہیں۔ دنیا بھر میں حاصل ہونے والی ترقی اور کامیابی کا یہی ذریعہ ہے اطاعت امام اور باہم پیار و محبت اور یک جہتی و یگانگت سے ہم دنیا میں مزید ترقیات و کامیابیاں اور خدا تعالےٰ سے قرب و تعلق کا انعام حاصل کر سکتے ہیں۔

سیدنا حضرت فضل عمر جماعت کو باہم صلح و صفائی اور پیار و محبت سے رہنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"وہ خاندان جس میں رہنے والوں کا آپس میں لڑائی جھگڑا رہتا ہو کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔ جب ایک معمولی گھر لڑائی جھگڑے کی وجہ سے اپنی طاقتوں کو کمزور کر دیتا ہے تو اگر ایک جماعت میں لڑائی جھگڑا ہو تو یہ کس قدر قابل افسوس بات ہو گی مجھے نہایت ہی افسوس ہے کہ ابھی تک ہماری جماعت میں اتحاد عمل کی روح پیدا نہیں ہوئی اور کئی لوگ بہت معمولی اور ادنے ادنے باتوں پر آپس میں لڑتے اور ایک دوسرے سے ناراض رہتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم اس نئے سال کو اس عزم کے لئے وقف کر دیں کہ جماعت سے تمام لڑائیاں جھگڑے تفرقے اور عناد اللہ تعالےٰ کے فضل سے مٹا دیں۔ میں اپنے دوستوں سے کہتا ہوں (اور میرا دوست وہی ہو سکتا ہے جو میری باتوں کو مانے اور عمل کرے) کہ جو اپنے بھائی سے کسی وجہ سے نہیں بولتا یا اس سے عداوت اور بغض رکھتا ہے وہ ...... فوراً اپنے بھائی کے پاس جائے اور اس سے خلوص دل کے ساتھ صلح کرے اور آئندہ کے لئے کوشش کرے کہ آپس میں کوئی لڑائی اور جھگڑا پیدا نہ ہو"۔ (الفضل ۱۴ جنوری ۱۹۳۲ء)

اپنے بھائی سے صلح کر کے جماعتی اتحاد کے ساتھ ساتھ خدا تعالےٰ کی طرف سے ملنے والے انعام اور بخشش کا وعدہ حاصل کرنے میں بعض اوقات یہ امر مانع ہو جاتا ہے کہ میں اپنے بھائی کی طرف صلح کا ہاتھ کیسے بڑھا سکتا ہوں جبکہ میں تو مظلوم ہوں اور مجھ پر ظلم کیا جا رہا ہے اس کے متعلق حضرت فضل عمر فرماتے ہیں:۔

"میں پھر یہ کہتا ہوں کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ میں مظلوم ہوں اس لئے دوسرے سے کیوں صلح کروں اس لئے کہ مظلوم کو صلح کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے کیونکہ جو شخص صلح میں ابتدا کرتا ہے وہ اللہ تعالےٰ کی نعمت کا وارث بنتا ہے پس اگر اس موقعہ پر بھی ظالم نے ہی ابتدا کی تو اسے دونوں لحاظ سے فائدہ رہا اس نے یہاں مار پیٹ بھی لیا اور اگلے جہان میں بھی ثواب کا وارث بن گیا...... ضروری ہے کہ خواہ کوئی مظلوم ہو تو بھی اپنے بھائی کی طرف صلح کے لئے بڑھے اور اپنی باہمی رنجشوں کو دور کر دے"۔

(الفضل ۱۴ جنوری ۳۲ء)

باہم پیار و محبت سے رہنے اور اسے بڑھانے کا یہی وہ زریں اصول ہے جسے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے "سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلل اختیار کرو" میں بیان فرمایا ہے۔ یہ چند الفاظ سوچنے اور عمل کرنے والے کے لئے لاتعداد نصائح اور برکات اپنے اندر رکھتے ہیں۔

سیدنا حضرت فضل عمر نے جہاں مظلوموں اور کمزوروں کو ثواب و برکات کے حصول کا طریق بتایا ہے وہاں آپ نے اپنی اس نصیحت کو مکمل کرتے ہوئے فرمایا

"میں نے یہ نصیحت کی تھی کہ لوگ اپنے دلوں کو دوسروں کی نسبت صاف کر لیں اور خواہ وہ مظلوم ہی کیوں نہ ہوں صلح کریں۔ میری یہ نصیحت نامکمل رہے گی اور فتنوں کا سدباب پوری طرح نہیں ہو گا جب تک میں اس کا دوسرا حصہ بھی بیان نہ کروں اور وہ یہ ہے کہ نہ صرف دوسروں کے متعلق ہر قسم کی کدورت سے اپنے دلوں کو صاف کرو بلکہ اس امر کو بھی مدنظر رکھو کہ کسی مظلوم کا معافی مانگ لینا ایسی بات نہیں جو تمہارے لئے خوشی کا موجب ہو سکے بلکہ خوشی صرف اس کے لئے ہے جس نے معافی مانگی اور تمہیں خوشی اسی وقت حاصل ہو گی جب تم خدا کو حاضر و ناظر جانتے ہوئے اگر دوسروں کے حقوق کو تم نے غصب کیا ہوا ہے تو وہ حقوق ادا کر دو۔ اور اگر تم پر کسی کا مالی یا جانی یا اخلاقاً حق ہے تو وہ اسے دیدو"۔

(الفضل ۴ فروری ۱۹۳۲ء)

بقیہ: اعتماد سے متعلق ایک چھوٹی سی بات

م "محبت و مروت" اپنے اور دوسروں کے درمیان

الف "اخوت و بھائی چارہ" کے جذبات سب کے لئے۔

د. "دوستی اور رواداری کا جذبہ سب انسانوں کے لئے۔

اس میں سے ایک کو بھی آپ نے زندہ رکھا تو مقبول عام رہیں گے اور اس میں سے ایک کو بھی مرنے دیا۔ تو دل کا ایک گوشہ سیاہ ہو جائے گا"۔

ڈاکٹر فہمیدہ منیر

Digitized By Khilafat Library Rabwah

بیوت الحمد۔ ایک بابرکت مالی تحریک

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ ۱۱ر نومبر ۱۹۸۳ء کو غرباء کی رہائش کے لئے انتظام کی خاطر جماعت کو بیوت الحمد کی تحریک میں ایک کروڑ روپے کی مالی قربانی پیش کرنے کا ارشاد فرمایا۔

اور فرمایا "اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں بنی نوع انسان سے محبت کی اس سکیم کے لئے بے پناہ جوش پیدا کیا ہے۔ میں چاہتا کہ جماعت احمدیہ بنی نوع انسان سے محبت کرنے میں اتنا عملی حصہ لینے والی ہو کہ دنیا کی سب جماعتوں سے آگے نکل جائے۔"

نیز فرمایا کہ اگر ۸۰ ایسے مخلص دوست مل جائیں جو ایک ایک لاکھ کی قربانی پیش کر سکیں تو یہ منصوبہ بآسانی مکمل ہو سکتا ہے۔"

حضور نے ۱۸ر ستمبر ۱۹۸۷ء کو پھر خطبہ جمعہ میں اس منصوبہ کی اہمیت کو واضح فرماتے ہوئے اپنی طرف سے دو لاکھ کے گرانقدر وعدے کے علاوہ ایک مکان کے اخراجات ادا کرنے کا وعدہ فرمایا اور جماعت کے ذی ثروت احباب کو بھی ایک مکان کے اخراجات پیش کرنے کی ترغیب دلائی اور فرمایا

"جو صاحب توفیق ہیں وہ بھی اس معاملہ میں آگے قدم بڑھائیں۔"

بیوت الحمد کے پہلے مرحلہ میں ۸۰ مکانات کی تکمیل ہو چکی ہے۔ لیکن ابھی ۲۰ مکان مزید بنانے ہیں تا احمدیت کے ایک سو سال کے پورے ہونے پر ایک سو گھر اظہار تشکر کے طور پر ایسے خاندانوں کو بطور ہدیہ پیش کئے جائیں جو اس بنیادی ضرورت کو پورا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔

مزید برآں ۱۰۷ خاندانوں کو گھر کی تعمیر کے لئے جزوی طور پر مالی امداد دی جا چکی ہے اور اس کا سلسلہ ابھی جاری ہے۔ ۲۰ نئے گھروں کی تعمیر اور جزوی مالی امداد کے تسلسل کو جاری رکھنے کے لئے ابھی کم از کم ۵۰ لاکھ روپے کی فوری ضرورت ہے۔

احباب کرام کی خدمت میں گزارش ہے کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے عہد کی اس پہلی بابرکت تحریک میں مؤثر شمولیت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ مالی قربانی پیش کریں۔

(سیکرٹری۔ بیوت الحمد سوسائٹی ربوہ)

ناظمین اضلاع اور زعماء اعلیٰ انصار اللہ کی توجہ کے لئے

۱۔ چند زعماء اعلیٰ کے حلقہ جات کے زعماء کے انتخابات باقی ہیں۔ فوری طور پر انتخابات کروائیں۔

۲۔ جن حلقہ جات کے زعماء کی منظوری مل چکی ہے وہ فوری طور پر اپنی عاملہ تجویز کر کے اپنے زعیم اعلیٰ کی معرفت بھجیں۔

۳۔ دیہاتی مجالس کے بہت بڑی تعداد میں ابھی انتخاب باقی ہیں۔ ناظمین اضلاع خود نائبین یا صدران جماعت کے ذریعہ فوری طور پر انتخاب کروا کر رپورٹ بھجیں۔

۴۔ جن مجالس کے انتخابات کی منظوری مل چکی ہے وہاں عاملہ تجویز کر کے فہرست بغرض منظوری فوری طور پر بھجیں۔

بہت دیر ہو چکی ہے کوشش فرمائیں کہ یہ کام ۲۸ر فروری تک مکمل ہو کر صدر محترم کی خدمت میں پہنچ جاویں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے۔

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

ربوہ کے احباب سے

احباب جماعت ربوہ کی خدمت میں التماس ہے کہ ربوہ میں الفضل کی تقسیم کا انتظام بوقت صبح ہے۔ اگر کسی دوست کو پرچہ وقت پر نہ ملے تو از راہ کرم دفتر کو مطلع فرمائیں۔

(مینجر الفضل)

خبریں

★ امریکہ کے صدر جارج بش نے اعلان کیا ہے کہ وہ مجاہدین کو اسلحہ کی فراہمی نہیں روکیں گے۔ انہوں نے کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ نجیب حکومت نے مہلک ہتھیاروں کا ڈھیر لگا لیا ہے۔ واشنگٹن میں اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہم مسئلہ افغانستان کا ایک ایسا حل ڈھونڈیں گے جس میں کسی ایک کو بالادستی حاصل نہ ہو۔

★ سرحد پار سے ملنے والی اطلاعات کے مطابق کابل میں لڑنے والے مجاہدین کمانڈروں اور کابل حکومت کے درمیان مذاکرات جاری ہیں اور کابل حکومت نے ان کمانڈروں کو دعوت دی ہے کہ وہ کابل میں شوریٰ کا اجلاس منعقد کریں جس کے بعد ڈاکٹر نجیب کی جگہ کسی ایسے فرد کا انتخاب عمل میں لایا جا سکتا ہے جس کا حکمران پارٹی سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

★ فرانس میں جلاوطن ایرانی حکومت کے مخالف اور سابق صدر بنی صدر اور آیت اللہ مہدی روحانی نے ایرانی رہنما خمینی کے فتوے کہ سلمان رشدی کو قتل کر دیا جائے، کو غلط قرار دیا ہے۔

★ سلمان رشدی کی شیطانی کتاب، شیطانی آیات کے خلاف جمعہ کے روز کئی شہروں میں جلسے ہوئے جلوس نکالے گئے جن میں سلمان رشدی کے خلاف جذبات کا اظہار کیا گیا۔

★ دفاع کے بارے میں سینٹ کی سٹینڈنگ کمیٹی نے پاک فضائیہ کے ہیڈ کوارٹر کا دورہ کیا۔ کمیٹی کے اراکین کو پاک فضائیہ کی کارکردگی کے مختلف شعبوں کا تعارف کروایا گیا۔ پاک فضائیہ کے سربراہ ایئر چیف مارشل حکیم اللہ خان نے کمیٹی کا استقبال کیا۔

انگریزی ادویات اور ٹیکہ جات کا مرکز

کنٹرول ریٹ پر اور بارعایت

بہتر تشخیص * مناسب علاج

کریم میڈیکل ہال

فون ۳۳۱۳۴

گول امین پور بازار ۔ فیصل آباد

بے بی ٹانک

BABY TONIC

پیکنگ ۹۰ ٹیبلٹس : قیمت ۸/- علاوہ ڈاک خرچ

کیور ٹو میڈیسن کمپنی رجسٹرڈ ربوہ

فون: سیلز آفس: ۷۷، کلینک: ۶۰۶، رہائش ڈاکٹر: ۶۰۷

بقیہ اخبار احمدیہ

اعلان نکاح

عزیزم فلائٹ لیفٹیننٹ عادل مبشر صاحب ابن مکرم ملک مبشر احمد صاحب ۱۱/۸ لنک شائی روڈ لاہور، کا نکاح ہمراہ عزیزہ اسماء صاحبہ بنت مکرم میجر ملک محمود احمد صاحب مبلغ پچاس ہزار حق مہر پر مکرم وسیم احمد ظفر صاحب مربی سلسلہ احمدیہ نے مورخہ ۲۷ جنوری ۱۹۸۹ء کو بعد از نماز جمعہ بیت النور ماڈل ٹاؤن لاہور میں پڑھا۔ دونوں بچے حضرت ملک غلام فرید صاحب ایم۔ اے (جو رفقاء حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ میں سے تھے اور جنہیں ساری عمر مربی جرمنی، انگلستان، ایڈیٹر ریویو اور ایڈیٹر انگریزی تفسیر کے طور پر نمایاں خدمت سلسلہ کی توفیق ملی) کے پوتا پوتی اور مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب ماڈل ٹاؤن لاہور (والد مکرم چوہدری انور احمد کاہلوں صاحب لندن) کے نواسا نواسی ہیں۔ احباب دعا کریں اللہ تعالیٰ یہ رشتہ ہر دو خاندانوں اور سلسلہ کے لئے بھی بہت مبارک اور بابرکت کرے۔ (اے اللہ تو ایسا ہی کر)

چوہدری مبارک مصلح الدین احمد

وکیل المال (ثانی)، ربوہ

گمشدہ ڈرافٹ

ریلوے پھاٹک سے اڈہ لاری تک جاتے ہوئے ایک عدد ڈرافٹ مالیتی ڈیڑھ ہزار روپے گم ہو گیا ہے۔ یہ ڈرافٹ پسنی بلوچستان سے جاری ہوا ہے۔ جس کسی کو ملے براہ کرم پہنچا کر ممنون فرمادیں۔

فہیم احمد خان

3/39 فیکٹری ایریا ربوہ

ضروری وضاحت

۱۸ فروری ۱۹۸۹ء کے شمارے میں صفحہ ۳ پر لیکچر کتاب کے نام سے جو مکتوب برطانیہ شائع ہوا ہے اس میں غلطی سے مکتوب نگار کا نام شامل اشاعت نہیں ہو سکا۔ یہ مکتوب محترم بشیر احمد رفیق خان صاحب سابق مربی انچارج برطانیہ حال ایڈیشنل ناظر تصنیف مقیم لندن کا لکھا ہوا ہے ادارہ اس فروگذاشت پر معذرت خواہ ہے۔

(ادارہ)